48

رمضان المبارک

(فرمودہ ۲۸ر اپریل ۱۹۲۲ء)

حضور نے تشہد تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد سورۃ بقرہ کا تیئسواں رکوع پڑھ کر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کے فضل اور احسان ہیں لوگوں پر کہ اس نے باوجود اپنی عظمت باوجود اپنی شان اور باوجود علو مرتبت کے انسان جیسی حقیر' کمزور' ناتواں اور بے حقیقت مخلوق کے لئے جو اس کی پیدائش اور مخلوق کی وسعت کے مقابلہ میں کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتی۔ اس کے لئے اپنے فضل اور احسان سے ایسے سامان مہیا کر دئے ہیں کہ جن کے ذریعہ تمام مخلوق سے بلند ہو کر اپنے خالق کا قرب حاصل کر لیتی ہے۔ بلکہ اس کے پاس پہنچ جاتی ہے۔ اگر خدا تعالیٰ کا خاص فضل انسان کی دستگیری نہ کرتا۔ اگر خدا تعالیٰ کا رحم مدد نہ کرتا اگر اس کی بندہ پروری آڑے نہ آتی تو انسان کی کیا مجال تھی کہ خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کر سکتا۔ چھوٹی چھوٹی دنیاوی ترقیات کے حصول کے لئے انسان کو بڑی بڑی مشکلات پیش آتی ہیں۔ دنیا میں کتنے لوگ ہیں جو بادشاہوں اور گورنروں کا قرب حاصل کر سکتے ہیں۔ پھر کتنے ہیں جو اپنے ضلع کے حاکموں کا قرب حاصل کر سکتے ہیں۔ نہایت قلیل تعداد بادشاہوں کے قرب کا فخر رکھتی ہے۔ پھر نہایت محدود تعداد ہوتی ہے جو گورنروں اور وزیروں کے درباروں میں پہنچ سکتی ہے۔ پھر وہ بھی محدود تعداد ہی ہوتی ہے جو گورنروں کے نائبوں کے ہاں عزت حاصل کر سکتے ہیں۔ مگر ان بادشاہوں ان گورنروں اور ان کے نائبوں کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کی جو شان ہے اس کا کون اندازہ کر سکتا ہے۔ بڑے بڑے بادشاہ اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں کیا حقیقت رکھتے ہیں کہ ان کے نائبوں کے متعلق کچھ کہا جائے۔ اللہ تعالیٰ کے ایک حکم سے بادشاہ بنتے ہیں اور ایک حکم سے فنا ہوتے ہیں۔ اسے نہ بادشاہ بنانے میں کسی قسم کی محنت اور سعی کرنی پڑتی ہے نہ ان کے ہٹانے میں کسی کوشش کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ بادشاہتیں بھی دیتا ہے تو اس طرح دیتا ہے کہ دنیا حیران رہ جاتی ہے۔ اور مٹاتا ہے تو اس طرح مٹاتا ہے کہ دیکھنے والے حیران رہ جاتے ہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معمولی تاجر یا معمولی زمیندار تھے۔ اور سارے زمیندار نہ تھے بلکہ مدینہ کے لوگ تھے۔ مگر خلافت پر متمکن ہونے والے تجارت پیشہ تھے۔ جن میں

بڑے سے بڑے تاجر ۸-۱۰ ہزار کے مالک تھے جس سے زیادہ آجکل معمولی گاؤں کے ساہو کاروں کے پاس ہوتا ہے مگر انہوں نے خدا کے لئے اپنے مالوں اور اپنی جائدادوں اپنے عزیزوں اپنے وطنوں اپنے آراموں کو چھوڑا۔ اور دنیا نے دیکھا کہ وہ پہلے معزز تھے لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مان کر ذلیل ہو گئے وہ پہلے دولت مند تھے۔ لیکن آپ کو مان کر غریب ہو گئے۔ وہ پہلے جائدادیں رکھتے تھے لیکن آپ کو مان کر بے وطن ہو گئے۔ گویا وہ دنیا کی نظروں اور عقلوں میں بجائے ترقی کرنے کے گر گئے لیکن چونکہ انہوں نے اپنے نفسوں میں فیصلہ کر لیا تھا کہ ہماری عزتیں ہمارے رتبے' ہمارے مال' ہماری جائیداد' ہمارے عزیز اور ہمارے رشتے سب رسول کریمؐ سے وابستہ ہیں اس لئے آپ کی معیت حاصل کرنے کے لئے انہیں جو کچھ بھی چھوڑنا پڑا چھوڑ دیا اور اس کی ذرا پرواہ نہ کی۔ کچھ تو وہ تھے جن کے پاس کچھ تھا اور انہوں نے چھوڑ دیا اور کچھ ایسے تھے جن کے پاس تو کچھ نہ تھا۔ مگر وہ اپنے دلوں میں یہ خواہش لیکر آئے تھے کہ اگر ہمارے پاس بھی کچھ ہوتا تو آج ہم بھی قربان کرتے۔ ان کے اعمال ثابت نہیں کرتے کہ انہوں نے قربانی کی۔ کیونکہ ان کے پاس کچھ تھا نہیں۔ لیکن ان کے دل جوش قربانی سے بھرے ہوئے تھے .تو یہ دو قسم کے لوگ تھے جو دنیا کی نظروں میں بہت حقیر اور ذلیل تھے۔ مگر خدا نے فیصلہ کیا کہ اب ان کو ترقی دوں گا۔ اور دنیا کا بادشاہ بناؤں گا۔ چنانچہ وہی ابوبکرؓ جو معمولی تاجر تھے۔ انہیں بادشاہ بنا دیا اور بادشاہ بھی ایسی قوم کا بنایا جو کسی کو بادشاہ ماننے کے لئے کبھی تیار نہ ہوئی تھی عرب کے لوگ کسی کو بادشاہ نہ مانتے تھے۔ ان لوگوں کے دو حصے تھے ایک شہری اور دوسرے بدوی۔ شہری علاقوں میں تو بادشاہ تھے جیسے غسان وغیرہ علاقوں کے بادشاہ لیکن اصل عرب میں بادشاہ نہ ہوتے تھے۔ اور نہ وہ لوگ کسی کی اطاعت کرنا جانتے تھے۔ اور نہ کسی کی اطاعت کرنا جائز سمجھتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ بڑے بڑے فاتحوں نے عرب کی طرف کبھی منہ نہ کیا۔ حتیٰ کہ سکندر جو ہندوستان تک فتح کرتا چلا آیا۔ اس نے بھی عرب کی طرف رخ نہ کیا۔ کیونکہ اسے بتایا گیا کہ وہ لوگ مر جائیں گے لیکن اطاعت نہیں کریں گے۔

ایک واقعہ مشہور ہے ایک بادشاہ تھا عرب کے اس حصہ کا جو شہری تھا۔ اس نے عرب کے لوگوں پر مال وغیرہ کے ذریعہ تصرف حاصل کر لیا تھا۔ ایک دفعہ اس نے اپنے دربار میں ذکر کیا۔ شکار کھیل کر آیا تھا۔ دوستوں سے کہنے لگا کیا کوئی ایسا سردار عرب میں ہے جو میری اطاعت نہ کرے اور میری اطاعت کرنا اپنے لئے ہتک سمجھے۔ کسی نے کہا ہاں ایسے لوگ ہیں بادشاہ نے کہا کسی کا نام لو۔ اس شخص نے کہا اس کا نام عمرو بن کلثوم ہے۔ بادشاہ نے کہا اسے بلاؤ۔ پیغام بھیجا گیا اور وہ چلا آیا اسے یہ بھی لکھا کہ میری والدہ آپ کی والدہ سے ملنا چاہتی ہے ان کو بھی ساتھ لے آئیں وہ اپنی والدہ کو بھی ساتھ لے آیا۔ جب وہ پہنچا تو بادشاہ نے کہا اس کا امتحان لینا چاہیے میری کوئی بات ماننا

ہے یا نہیں۔ اس کے لئے بات کونسی رکھی یہ نہیں کہ فلاں ملک پر حملہ کردو یا میری نوکری کرلو بلکہ یہ کہ جب کھانا کھانے بیٹھیں تو بادشاہ کی ماں سردار کی ماں سے کہے کہ فلاں برتن پکڑا دو۔ گویا یہ تو اس بادشاہ کے خیال میں بھی نہیں آسکتا تھا کہ اسے اپنی نوکری کرنے کے لئے کہے یا کوئی اور بات منوائے بلکہ یہی بات قرار دی کہ جب اس کی ماں کھانا بانٹ رہی ہو تو سردار کی ماں سے کہے۔ فلاں برتن پکڑا دو۔ اور یہ معمولی بات ہے۔ اور ایسی معمولی بات کہ افسر کو بھی ماتحت کہہ دیتا ہے لیکن بادشاہ کی ماں نے اس طرح کہا تو اس کے منہ سے اس لفظ کا نکلنا تھا کہ سردار کی ماں نے زور سے کہا اے لوگوں تمہارے سردار کی ماں کی ہتک ہو گئی اس وقت اس کا لڑکا پاس ہی بادشاہ کے پاس بیٹھا کھانا کھا رہا تھا۔ اس نے اتنا بھی نہ پوچھا۔ کہ کیا ہوا۔ اور بادشاہ ہی کی تلوار لیکر اس کا سر اڑا دیا۔ اس کے بعد باہر نکلا اور اپنے قبیلہ کے لوگوں کو کہا کہ ان کو لوٹ لو۔ا۔

تو ان لوگوں میں اتنی آزادی تھی کہ کسی کی اطاعت کرنا اپنی ہتک سمجھتے تھے۔ لیکن ان آزاد قبائل کا کیا حال ہوا۔ انہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی نہیں مانا کہ خیر خدا کے نبی ہیں۔ اس لئے آپ کی اطاعت کرلیں۔ بلکہ آپؐ کے بعد ابوبکرؓ کو جو گو خاندانی لحاظ سے معزز تھے لیکن ان خاندانوں میں سے نہ تھے جو بادشاہ ہونے کے قابل سمجھے جاتے تھے۔ بادشاہ مان لیا۔ حضرت ابوبکرؓ کے والد بہت آخر میں جاکر مسلمان ہوئے۔ یعنی فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوئے۔ پھر بھی کوئی خاص اثر اسلام کا ان پر نہ تھا۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی وفات کی اطلاع انہیں ملی تو گویا اصل ایمان حاصل ہونے کا ان کے لئے وہی موقع تھا۔ ان کو اطلاع ملی۔ کہ ابوبکر خلیفہ ہو گیا ہے۔ انہوں نے پوچھا کون ابوبکر۔ کہا گیا تمہارا بیٹا۔ کہنے لگے عرب اس کی اطاعت نہیں کر سکتے وہ کس طرح خلیفہ ہو سکتا ہے۔ کہا گیا نہیں وہی ہو گیا ہے پوچھا کیا عربوں نے اسے مان لیا ہے۔ کہا گیا ہاں مان لیا ہے۔ کہنے لگے۔ اگر عربوں نے اسے مان لیا ہے تو **اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمد عبده ورسوله** خدا ایک ہے اور محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم خدا کے سچے رسول ہیں۔۲۔ کہ ابو قحافہ (یہ ان کا نام تھا) کے بیٹے کو عربوں نے خلیفہ مان لیا۔ اگر محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی قوت قدسی ایسی زبردست ہے کہ عرب کے لوگ جو کسی کی اطاعت نہیں کر سکتے وہ اپنے سے ادنیٰ خاندان کے انسان کی اطاعت کرلیں تو وہ ضرور سچا نبی ہے۔ تو خدا تعالیٰ نے بادشاہت دی کن کو۔ اور کن پر۔ ان کو جنہیں بادشاہ بن سکنے کا وہم و گمان بھی نہ تھا۔ اور ان پر جو سینکڑوں سال سے آزاد چلے آتے تھے۔ اور جن پر حکومت کرنے کے لئے دنیا کے بڑے بڑے بادشاہوں اور فاتحوں کو حوصلہ نہ ہوا۔ ان پر حکومت دی۔ اور بلا کسی فوج بغیر کسی سامان کے اس غریب آدمی ابوبکرؓ کو دی جو گٹھڑی اٹھا کر چل پڑے تھے۔ کہ کپڑا بیچ کر گذارہ کریں۔ اور جب انہیں کہا گیا کہ اگر

آپ اس طرح کریں گے تو خلافت کا کام کون کرے گا۔ تب رکے۔ تو مال کے لحاظ سے ان کی یہ حالت تھی۔ اور خاندانی لحاظ سے یہ کہ گو معزز خاندان کے تھے۔ لیکن ان کا خاندان اتنا معزز نہ تھا۔ کہ دوسرے خاندانوں پر حکومت کر سکتا۔ پھر نہ ان کے پاس کوئی طاقت اور قوت تھی۔ اگر کچھ تھا تو یہی تھا کہ خدا تعالیٰ نے فیصلہ کیا تھا کہ اب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خادموں کو بادشاہت دی جائے اور خدا نے یہ فیصلہ کر لیا تو اس میں کوئی دیر نہ لگی۔ اور نہ کوئی چیز روک بن سکی۔ پھر جب خدا تعالیٰ گراتا ہے کہ تو اس طرح گراتا ہے کوئی روک نہیں سکتا۔

ایک زمانہ تھا کہ اگر ایک مسلمان لڑکا عیسائیوں کی حکومت میں چلا جاتا تو گورنر تک اس کو ہاتھ لگاتا ڈرتا تھا۔ اور کہتا تھا۔ اسے لڑکا نہ سمجھو سارے مسلمانوں کی طاقت اس کے پیچھے موجود ہے۔ پھر مسلمان وہ تھے۔ کہ سپین کا ایک بادشاہ۳؎ دربار میں بیٹھا تھا۔ کہ ایک شخص اس کے پاس پہنچا۔ اور کہا میں آپ کے لئے ایک پیغام لایا ہوں۔ اور وہ یہ کہ میں ایک رستہ سے گذر رہا تھا کہ ایک گاؤں سے ایک عورت کی آواز آئی۔ جس نے تیرا نام لیا۔ اور کہا عیسائیوں سے ملک کو کیوں نہیں بچاتا یہ سن کو وہ تخت سے اتر آیا اور لبیک کہتا ہوا چلا اور فرانس کی حد تک عیسائیوں کو مارتا چلا گیا۴؎۔ تو کسی کی طاقت نہ تھی کہ کسی مسلمان عورت یا بچہ کو دکھ دے۔ مگر آج کہاں گئی وہ طاقت کہاں گیا وہ رعب کہاں گئی وہ حکومت کہاں گیا وہ مال مسلمانوں کی آج یہ حالت ہے کہ مسلمان بادشاہوں کے پاس بھی اتنا مال نہیں جتنا اس وقت کے غریب مسلمانوں کے پاس ہوتا تھا۔ صحابہ خدا کی راہ میں بہت مال خرچ کرتے تھے۔ تاہم جب ایک صحابی فوت ہوئے تو اڑھائی کروڑ روپیہ چھوڑ گئے۔ اور یہ کوئی بڑے مالدار نہ سمجھے جاتے تھے۔ تو وہ ایسا زمانہ تھا کہ کسی کی طاقت نہیں تھی کہ مسلمانوں پر حملہ کرتا مسلمانوں کا ایسا رعب تھا کہ حکومتیں لرزتی اور بادشاہتیں کانپتی تھیں۔ اس وقت ایک مسلمان فقیر زیادہ محفوظ تھا آج کل کے مسلمان بادشاہ سے۔ مگر وہ حکومتیں اور شوکتیں کہاں گئیں۔ نہ وہ عزتیں رہیں نہ وہ مراتب رہے۔ بلکہ مسلمان سب سے زیادہ حقیر اور ذلیل سمجھے جاتے ہیں۔ ہندو جن کی کوئی سلطنت نہیں۔ اور جو ہندوستان سے باہر نہیں۔ ان سے تو صلح کی خواہش کی جاتی ہے۔ مگر مسلمان جو ساری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ان کا نام لینے کا بھی کوئی خواہاں ہیں۔ یہ خدا کی گرفت ہے کہ اس نے مسلمانوں کو ایسا ذلیل کر دیا۔

یہ قادر خدا جو اس طرح بادشاہتوں کو بناتا اور توڑتا ہے۔ یہ خدا افراد پر جو بادشاہتوں کے مقابلہ میں کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتے۔ اس قدر رحم کرتا ہے کہ خود جھک کر انسان کی طرف آتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ اپنا ہاتھ مجھے پکڑا تا میں تجھے عرش پر لے جاؤں۔ لیکن کس قدر رنج اور افسوس کی بات ہے کہ انسان جو اپنے جیسے بندوں کے آگے ہاتھ جوڑتا ہے۔ خدا جو آپ اترتا ہے۔ اور اپنے بندے

بھیجتا ہے۔ ان سے منہ موڑ لیتا ہے۔ اور اپنے ہاتھوں خدا کے فضل اور رحم کے رستے بند کر لیتا ہے۔ لیکن خدا پھر بھی اس پر رحم کرتا ہے۔ انسان اسے چھوڑتا ہے۔ مگر وہ نہیں چھوڑتا انسان بند کرتا ہے۔ مگر وہ نہیں بند کرتا انسان منہ پھیرتا ہے مگر خدا نہیں منہ پھیرتا۔ وہ ہر وقت اس کی طرف ہاتھ بڑھاتا اور کہتا ہے کہ اگر تو کل نہیں آیا تو آج آجا۔ مگر انسان پھر رد کر دیتا ہے۔ رسولوں اور خلفاء کا ہاتھ خدا ہی کا ہاتھ ہے۔ جسے انسان کاٹنا چاہتا ہے۔ کتوں کی طرح بھونکتا ہے۔ مگر وہ پھر یہی کہتا ہے اچھا اب آجاؤ۔ اور انسان پھر رد کر دیتا ہے۔ کوئی خوش قسمت ہوتا ہے جو مان کر مرتا ہے۔ اور اس جگہ پہنچ جاتا ہے جہاں دنیا کے آرام اور دنیا کی بادشاہتیں کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتیں۔ اور اگر نہیں مانتا تو اس کی وہی حالت ہوتی ہے جو بادشاہ کے باغی کی ہوتی ہے۔

یہ مضمون بہت وسیع تھا۔ لیکن چونکہ تمہید میں ہی بہت وقت لگ گیا۔ اس لئے اگلے جمعہ پر رکھتا ہوں۔

ان رستوں میں سے جن پر چل کر انسان خدا تک پہنچ سکتا ہے۔ ایک رمضان ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے **یاایھا الذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون** (البقرہ ۱۸۴) اے مومنو! جس طرح تم سے پہلوں پر روزے فرض کئے گئے ہیں۔ اسی طرح تم پر بھی تمہارے فائدہ کے لئے فرض کئے گئے ہیں۔ مگر کتنے ہیں جو اپنے فائدہ اور نفع کے لئے روزے رکھتے ہیں۔ بہت ہیں جو اس لئے روزے رکھتے ہیں کہ لوگ کہیں گے فلاں روزے نہیں رکھتا۔ بہت ہیں جو اس لئے روزے رکھتے ہیں کہ انہیں عادت ہو گئی ہے۔ اگر نہ رکھیں تو بے اطمینانی ہوتی ہے۔ چونکہ مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہوئے اس لئے جس طرح افیمی افیم نہ کھائے تو اسے گھبراہٹ ہوتی ہے۔ اسی طرح ان کی حالت ہوتی ہے۔ پھر بہت سے ہیں جو رکھتے ہی نہیں اور بہت سے ہیں جو ان شرائط کے ساتھ نہیں رکھتے جو خدا نے مقرر فرمائی ہیں۔ روزہ رکھ کر گالی گلوچ کرتے۔ دنگہ فساد کرتے دوسروں کا مال کھا جاتے۔ ایسے لوگ روزہ نہیں رکھتے بلکہ بھوکے مرتے ہیں۔ پھر بہت سے ہیں جو ایسی حالت میں روزے رکھیں گے جس میں خدا کہتا ہے نہ رکھو۔ جیسے بیماری اور سفر میں۔ غرض کئی رکھتے ہی نہیں۔ کئی شرائط بجا نہیں لاتے۔ کئی جہاں خدا کہتا ہے نہ رکھو۔ وہاں رکھتے ہیں اور تھوڑے ہیں جو ان شرائط کے مطابق رکھتے ہیں۔ جو خدا نے مقرر کی ہیں۔ ہمارے دوستوں کو چاہیئے کہ جو باتیں خدا نے بتائی ہیں۔ ان کے مطابق روزے رکھیں۔ باقی تفصیل خدا نے چاہا تو پھر بیان کر دی جائے گی۔

(الفضل ۱۱ر مئی ۱۹۲۲ء)

❀ ❀ ❀

۱۔ الاغانی جلد ۹ ص ۱۸۱
۲۔ تاریخ الخلفاء کانپوری ص ۵۳ حالات سیدنا ابوبکر **فصل فی مبایعتہ**
۳۔ ہشام بن عبدالرحمان
۴۔ ہسٹری آف سارسینز (تاریخ اسلام) از سیدنا امیر علی ص ۴۸۰